گئے گئے ایسے سنہری عہد و پیمان کا کیا حشر ہوا۔ مساجد اور مزارات کو تحویل میں لینے کے وقت بھی ایسے ہی اصلاحی جذبات سامنے آئے۔ خطباء کی معاشی حالت کی بہتری اور باعزت مقام اور وقار کے مژدے بھی دیئے گئے، مساجد خانقاہوں اور مزارات کی خاطر خواہ دیکھ بھال کرنے کے وعدے بھی ہوئے، لیکن کیا بعد کے واقعات نے ان ساری باتوں کو سراب نہیں ثابت کیا بہت سی مساجد کی آمدنی لاکھوں تک پہنچتی تھی، آج وہ کس بے بسی کے کس عالم میں ہیں۔ بسا اوقات ایک چٹائی اور بلب کیلئے مسجدیں ترستی ہیں کچھ دیندار نمازی از خود چندے اکٹھے کر کر کے دیکھ بھال کا کام چلا لیتے ہیں۔ وقف املاک کی لاکھوں آمدنی اپنے اصل شرعی مصارف پر خرچ ہونے کی بجائے افسران اور انتظامیہ کے فوج ظفر موج کی بھاری تنخواہوں اور تکلفات پہ لگ جاتی ہے اور کچھ یورپ کی مادی اور غیر مذہبی تعلیم کے وظیفوں اور نام نہاد ثقافتی سرگرمیوں پہ۔ خطیبوں کی تنخواہیں کئی کئی ماہ رکی رہتی ہیں۔ معیار زندگی بلند تو کیا ہوتا اوقاف کے بیشمار خطیب ایسے بھی ہیں جن کی تنخواہ اس جان لیوا گرانی میں بھی پچاس روپے سے متجاوز نہیں پھر ظلم یہ کہ وہ مستقل سیاسی جوڑ توڑ کے رحم وکرم پر رہتے ہیں۔ نمازیوں کی سیاسی وابستگیاں کی رسہ کشی کا شکار رہتے ہیں۔ اور جدھر کا پلڑا سرکار دالاتبار کے ہاں بھاری ہوا خطیب اس کی زد میں آگیا اور ایک پٹواری کی طرح جب چاہا ایک مسجد سے اٹھا کر دور دراز کسی شہر میں تبدیل کر دیا۔ پھر ۵۸ سال عمر کے جرم میں ریٹائرمنٹ کی تلوار الگ سر پر مسلط حالانکہ منصب وعظ و ہدایت اور مقام رشد و تبلیغ میں عمر کے ساتھ اور بھی پختگی اور رسوخ آتا ہے۔ ہمیشہ سے یہ لائن ریٹائرمنٹ کی لعنت سے یکسر ناآشنا رہی ہے۔ رہی سہی کسر جو رہ گئی تھی، اب ان بیچاروں کو خطبہ میں "وحدت موضوع اور تحدید مضامین" کے شکنجوں میں کس کر پوری ہو جائے گی۔

سکولوں، کالجوں میں اسلامیات کی حالت

پھر پرائیویٹ تعلیمی اداروں اور سکولوں کو تحویل میں لینے کے وقت بھی ایسے ہی دلنواز اور جاذب نظر نغمے سننے میں آئے کہ اب ان اداروں کی کایا پلٹ جائے گی۔ نتیجۃً جو ادارے عام مسلمانوں کے جذبات ملی کے سہارے چل رہے تھے وہ رضاکارانہ جذبات اور مسلمانوں کے تعاون سے محروم ہو گئے اور دو ڈھائی سال گذر جانے کے باوجود اب بھی غیر یقینی کیفیت سے دوچار ہیں نہ ان اداروں کے اساتذہ کو مستقل ہونے کے پروانے مل سکے ہیں نہ واضح طور پر ان کے مشاہروں کا تعین ہو چکا ہے۔ اور ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ تنخواہوں کی حد بندی کا مسئلہ اٹھا بھی تو جو حکومت دینی مدارس کی معاشی

حالت بہتر بنانے کی فکر کر رہی ہے۔ اس نے تنخواہوں کے سکیل مجریہ ۸ جنوری ۱۹۷۵ء میں انگلش وغیرہ عمرانی مضامین کے ان ٹرینڈ اساتذہ کی شرح تو مقرر کر دی گئی ہے۔ لیکن ان ٹرینڈ فاضلین علوم شرقیہ اور اساتذہ دینیات و معلمین قرآن کے کسی سکیل کا ذکر تک نہیں کیا گیا بلکہ ایسے اساتذہ کو ۱۹۷۳ء کے سکیل کے مطابق تنخواہ دینے کی ہدایات جاری کر دی گئیں۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خدمت اسلام کے جذبے کے تحت حکومت کی نظریں بار بار مدارس عربیہ کی طرف اٹھتی رہی ہیں۔ لیکن کیا حکومت خدمت اسلام کی اور تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو چکی ہے۔ ملک کے تمام شعبوں میں اسلام جاری اور ساری ہو چکا ہے۔ تمدن، تہذیب، سیاست و معاشرت، اخلاق و معاشیات کے ہزاروں ایسے شعبے ہیں، جو زبان حال سے حکومت کو پکار پکار کر دعوت اصلاح احوال دے رہی ہیں ——— مگر یہاں ہم صرف ایک ہی مثال پر اکتفا کرتے ہیں جس کا تعلق تعلیمی شعبہ ہی سے ہے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد کیا ہمارے حکمرانوں کا اہم ترین فریضہ نہ تھا کہ ملک کے تمام عصری نظام و نصاب تعلیم کو اسلامی سانچہ میں ڈھال دیا جاتا یہ نہ ہو سکا تو کم ازکم یہ تو لازمی تھا کہ عصری تعلیم گاہوں میں اسلامی تعلیمات و اخلاق، قرآن و سنت اور عربی و مشرقی علوم پر خصوصی توجہ دے دی جاتی کہ اب ہمیں غلام ہندوستان کے لئے دیسی کلرکوں کی ضرورت نہ تھی ہم ایک اسلامی مملکت کے لئے مہذب اور عالم و فاضل شہریوں کی چاہئے تھا کہ اسلامی تعلیمات کو اہم لازمی مضمون کی حیثیت دیدی جاتی اور ان علوم کے اساتذہ اور طلبہ کو ترجیحی نہیں تو کم ازکم انگریزی اور دیگر عمرانی علوم کے اساتذہ اور طلبہ جیسا با عزت مقام اور مراعات تو دیدئے جاتے، مگر یہاں تو ۲۷ سال گذرنے کے بعد بھی اسلامیات یا علوم شرقیہ کا جو برائے نام سلسلہ ہے۔ اس کے اساتذہ کی حالت زار سے کون بے خبر ہے۔ نہ سرکاری درس گاہوں میں ایسے اساتذہ دینیات کے لئے لازمی آسامیاں ہیں نہ وہ حقوق و مراعات جو انگریزی پڑھانے والوں کے لئے ہیں بعد از خرابی بسیار تعلیم کے سرکاری اداروں اسلامیات کو پہلے اختیاری اور پھر لازمی حیثیت دی گئی مگر وہ بھی ثانوی سطح پر، مگر اکثر صوبوں میں عملاً تدریس قرآن کا صرف اتنا انتظام ہے کہ محض سطحی اور رسمی طور پر بعض جگہوں میں گویا خانہ پری کر دی گئی ہے۔ اور یہ سطور لکھتے وقت تو یہ افسوسناک اطلاع بھی سامنے آ چکی ہے کہ:

"وفاقی وزارت تعلیم کے شعبہ تدوین نصابات نے سرکلر نمبر F-S-1/74-HSC جنوری ۱۹۷۵ء کے ذریعہ اپنے مجوزہ تعلیمی اسکیم برائے نصاب انٹرمیڈیٹ میں اس نصاب کی فہرست سے اسلامیات کے مضمون کو یکسر خارج کر دیا ہے اور

اس کی جگہ فنونِ لطیفہ بالخصوص موسیقی کو مستقل مضامین کی حیثیت دی گئی ہے۔"

علمِ چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما

پھر کیا "خدمت اسلام کا یہ جذبہ" آگے چل کر مدارس علوم نبویہ کو بھی رقص و سرود، موسیقی آرٹس اور کلچر کے مراکز میں تبدیل کرنا چاہتا ہے — ولا نفعلہا اللہ الی یوم القیامۃ۔

بہرحال عصری تعلیم گاہوں کے اساتذۂ دینیات اور فضلاء علوم شرقیہ کی معاشی حالت بہتر بنانے پر کتنی توجہ دی گئی ہے۔ اس کی حقیقت بھی سب کو معلوم ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ فاضل عربی او۔ ٹی اور دوسرے اسناد رکھنے والے اساتذہ کو دیگر لازمی مضامین پڑھانے والے ٹیچروں کی مساوی حیثیت میں مشاہرے دیئے جاتے مگر ایسا نہیں بلکہ ۱۷۵ ، ۱۴۰/۵ ، ۴/۱۰۰ — یا بالمقطع -/۱۰۰ روپے تنخواہ مقرر کی گئی، تنخواہوں کے گوشواروں کو سامنے رکھ کر آپ پر یہ تفاوت عیاں ہو جائے گی کہ برطانوی دور میں انگریزی اساتذہ اور علوم شرقیہ کے اساتذہ کی تنخواہوں میں اتنا غیر معمولی فرق نہ تھا جو کہ اب ہے یہ تفاوت ۱۹۴۵ء میں پچاس روپے تھی۔ تو پاکستان بننے کے بعد ۱۹۵۲ء میں -/۷۰ روپے ہوگئی۔ ۱۹۷۰ء میں -/۱۲۰ روپے ہوگئی اور اب عوامی دور کے نیشنل پے سکیل میں -/۱۸۵ روپے ہوگئی۔ یعنی انگریزی اور عمرانی پڑھانے والوں سے اسلامی تعلیمات اور عربی کے معلمین کو -/۱۸۵ روپے کم ملتے ہیں۔ یہی تفاوت اسلامیات اور انگریزی نصاب کے پرچوں کے نمبرات میں بھی ہے۔ انگریزی پرچہ کے نمبرات ۷۵، ہیں تو عربی کے سو اور انگریزی پڑھانے کے لئے ہفتہ میں آٹھ پیریڈ ہیں تو عربی کیلئے چار اور یہ واقعہ ہے کہ لازمی اختیاری مضامین میں بھی سائنس کو عربی پر ترجیح دینے کی وجہ دیگر طلبہ عربی چھوڑ کر سائنس اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں — بہرحال اسلامیات اور عملۂ اسلامیات اور دیگر مضامین اور اس کے اساتذہ کے درمیان تفاوت اور حق تلفی کی ایک طویل داستان ہے، جس پر کسی دوسری فرصت میں تفصیلی گفتگو کی جا سکتی ہے۔

مقصد یہاں صرف علماء اور طلباء مدارس عربیہ کی معاشی حالت بہتر بنانے کے پاکیزہ جذبات پر کچھ عرض کرنا تھا — مذکورہ انٹرویو میں دینی مدارس کی مالی بے قاعدگیوں اور گڑبڑ کا بھی ذکر ہے۔ نصاب تعلیم کی اصلاح اور علماء کو معاشرے کا مفید (؟) رکن بنانے پر بھی اظہار خیال ہے اچھے مدارس کو حکومت کا مالی امداد دینے کی ترغیب بھی ہے۔ ان تمام باتوں پر گفتگو کا میدان وسیع ہے۔ اور یہ سب باتیں علماء حق اور عام مسلمانوں کو دعوتِ فکر دے رہی ہیں۔